R. No. 2186/57 | Regd. No. L. 922,

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date 1-8-15-22

Phone—29
Annual Rs. 4/-
Per Copy-12

جلد ۲۶۔ شمارہ ۳۵ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۱۵ ستمبر ۱۹۶۷ء

اداریہ

تعمیری نقطۂ نظر اور احتجاجی نقطۂ نظر

ہم بہت دن سے کہتے آئے ہیں کہ اردو دوستوں کو تعمیری نقطۂ نظر پر زور دینا چاہیے، صرف احتجاجی پروگرام نہیں بنانے چاہئیں۔ ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ احتجاج سرے سے نہ ہو اور اپنے جائز مطالبات حکومت تک نہ پہنچائے جائیں۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ احتجاجی طریقۂ کار کی کشش اور بعض دوسرے معاملات میں اس کی کامیابی کی وجہ سے ہمیں حقائق سے روگردانی نہ کرنی چاہیے اور اولین اہمیت کے کاموں کو مقدم رکھنا چاہیے اور بعد کے کاموں کو موخر۔ اس نکتے کی تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے۔

اردو دوست بجا طور پر یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اردو کے حقوق کی پامالی ہو رہی ہے اور ایسے حالات پیدا کئے جا رہے ہیں کہ ان کی زبان کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے۔ یہ حالات کیا ہیں۔ اردو کی تعلیم ابتدائی منزل پر زیادہ تر کاغذ پر ہے عمل میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضلع پریشد اور دوسرے ادارے اردو کے ابتدائی اسکول کھولنے میں پس و پیش کرتے ہیں لیکن اگر ہم خود ایسے اسکول کھولیں تو کوئی ہمیں روک نہیں سکتا۔ دینی تعلیمی بورڈ والوں نے اتر پردیش میں پچھلے چند سال میں خاصی بڑی تعداد میں اسکول کھولے ہیں اور ان میں ایک لاکھ سے اوپر بچے پڑھ بھی رہے ہیں۔ آخر انجمن کی ہر شاخ ایک اسکول کیوں نہیں چلا سکتی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنے حلقے میں تعمیری کام کرنے سے جی چراتے ہیں اور صرف اخباری بیان دے کر یا پلیٹ فارم پر تقریر کر کے اور اکثریت اور حکومت کے مظالم گنوا کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ توانائی تو محدود ہی ہوتی ہے۔ اگر وہ تقریروں میں یا بیانوں میں یا سیاسی چالوں میں ضائع ہو جائے گی تو تعمیری کاموں کے لیے کہاں سے آئے گی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم صرف ایک ہی میدان جانتے ہیں اور وہ ہے سیاسی میدان ہم اصلاحی کاموں، خدمت خلق کے کاموں، سماج سدھار کے کاموں ''ان کے طریقۂ کار'' سے ناواقف ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ موجودہ سیاسی جدوجہد کو ہم نے ہر مرض کا علاج تصور کر رکھا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ یہ سستی سیاست ہے حقیقی سیاست کے پیچھے بڑا خاموش، باقاعدہ، منظم اور مسلسل تعمیری کام ہوتا ہے۔ کارکن اسی کی بھٹی میں تپ کر کندن بنتے ہیں، پھر وہ اپنی ضروریات دیکھ کر اپنا پروگرام بناتے ہیں اور پروگرام پر عمل کرنا، اس کا اشتہار دینے سے زیادہ ضروری سمجھتے ہیں۔

پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جمہوریت نے جو حقوق دستور کے ذریعہ ہمیں دئے ہیں ان کے ساتھ کچھ فرائض بھی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم فرائض سے روگردانی کریں اور حقوق ہمیں مل جائیں۔ یہ فرائض کیا ہیں۔ شہریت کے مطالبات کی پابندی، سماج کی ضروریات کا احساس، قومی کاموں میں شرکت، اپنی ذمے داریوں کو پورا کرنے کا جذبہ۔ ان کے ساتھ حقوق کا مطالبہ ہو تو اس کا اثر ہوتا ہے، مگر اس سے زیادہ اثر ان مطالبات کا ہوتا ہے جو خود کام کرنے والوں کی طرف سے ہوں۔ کام کا اثر ہوتا ہے۔ کرنے والے کی شخصیت میں ذمہ داری پیدا ہوتی ہے۔ اس کا کردار بنتا ہے۔ دوسرے اس کردار سے متاثر ہوتے ہیں۔ ہم سرکاری زبان یا علاقائی زبان کے لیے کبھی ایک سیاسی پارٹی سے توقع لگاتے ہیں کبھی دوسری سے۔ ایک سے مایوس ہوتے ہیں تو دوسری کا دامن تھامتے ہیں۔ ہمیں کسی کا دامن تھامنا نہ چاہیے۔ نہ کانگریس ہمیں کچھ دے گی نہ مخالف جماعتیں۔ یہ سب اردو کو بھی اپنی بساط کا ایک مہرہ سمجھتی ہیں۔ ان میں سے کچھ نیک نیتی

سے کچھ کرنا بھی چاہتی ہوں تو ان کے عام مصرکرنے نہیں دیں گے کیونکہ ان میں اب بھی خاصی ناواقفیت یا بے حسی یا تنگ نظری ہے۔ اس لیے سیاسی پارٹیوں کے درمیان اردو کے معاملے کو فٹ بال بنانے سے بچنا چاہیے۔ اپنے کام میں لگ جانا چاہیے۔ اسکول کھولنے چاہییں، ابتدائی اسکول بھی اور ثانوی اسکول بھی۔ پھر یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ اچھے اسکول ہوں اور ان میں علاقائی زبان یا ہندی یا انگریزی کی تعلیم کا اچھا معیار ہو۔ اس کے علاوہ بالغوں کی تعلیم کے مرکز کھولنے چاہییں ریڈنگ روم چلانے چاہییں، سستی اور اچھی کتابیں شایع کرنی چاہییں۔ اردو پڑھنے والوں کی اقتصادی حالت کو مضبوط بنانے کی تدبیریں کرنی چاہییں۔ یہ ہوگا تو ہمارے حقوق خود بخود ہم کو مل جائیں گے۔ یہ نہ ہوگا تو حقوق کی دوڑ میں ہم سیاسی پارٹیوں کے ہاتھ میں کھلونا بنے رہیں گے۔

مولانا مسعود علی ندوی کی وفات

اعظم گڑھ سے یہ افسوسناک اور غم انگیز اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ممتاز صاحب علم وقلم مولانا الحاج مسعود علی ندوی صاحب تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں ۲۸ر اگست کو وفات پا گئے (اناللہ وانا الیہ راجعون) مولانا مسعود علی صاحب ندوی مرحوم ہندوستان ہی نہیں بیرون ملک میں امتیازی علمی شہرت اور مقبولیت کے حامل تھے۔ ادھر کافی دنوں سے فالج اور دوسرے عوارض میں مبتلا اور نقل وحرکت سے معذور چراغ سحری کی حیثیت اختیار کیے ہوئے تھے۔

مرحوم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ممتاز فاضلین میں تھے اور حضرت علامہ شبلی نعمانی کے تلامذہ لائق اور حضرت علامہ سلیمان ندوی کے خصوصی ہمدرسوں میں تھے۔

مولانا شبلی کی وفات پر ان کے مجوزہ پروگرام کے تحت علمی وتصنیفی ادارہ دارالمصنفین کے نام سے قائم کرنے میں علامہ سید سلیمان ندوی کے دست راست تھے۔ اور اس ادارہ کے مالی وانتظامی امور تقریباً انھیں سے متعلق تھے اور انھیں کی کوششوں کا ثمرہ تھا کہ اس ادارہ نے اتنی ترقی کی اور ایسا استحکام حاصل کیا۔

مرحوم ضلع بارہ بنکی کے قصبہ بھیا رہ کے رہنے والے تھے لیکن اب اعظم گڑھ وطن ثانی بن گیا تھا۔ زندگی کے ۵۲ سال شبلی منزل میں گذارے اور وفات کے بعد وہیں دفن کیے گئے۔

ایلیا اہرن برگ کا انتقال

ماسکو۔ روسی ادب کے مرد بزرگ ایلیا اہرن برگ کا ایک قلبی دورہ سے انتقال ہوگیا۔ ان کی عمر ۷۶ سال تھی تین ہفتہ ہوا جب ان کو قلبی عارضہ لاحق ہوا تھا اور اس وقت سے ان کی صحت برابر گررہی تھی۔ موت ماسکو میں ہوئی اہرن برگ کے پسماندگان میں ایک بیوہ ہے۔

اہرن برگ کو ادبی حیقری کہا جاتا ہے۔ ان کی تحریر کی کھری کھری باتوں کی وجہ سے ان پر سخت نکتہ چینی ہوئی ان کے ناول — THE THAW نے نئے رجحان کو جنم دیا۔

(حیات جدید)

انجمن کے دو نائب صدروں کا انتخاب

مجلس عاملہ کے ۱۰ر ستمبر کے جلسے میں نائب صدر کی دو جگہوں پر پنڈت آنند نرائن ملا ایم۔ پی اور ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین منتخب ہوئے۔

ادارہ ہماری زبان ان دونوں ممتاز ادیبوں کے انتخاب پر مسرت کا اظہار کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ ان کی رہنمائی سے انجمن ترقی اردو کو اور تقویت ملے گی۔

ادارہ پنڈت سندر لال اور ڈاکٹر عابد حسین کی ان گرانقدر خدمات کا اعتراف کرتا ہے جو انھوں نے نائب صدر کی حیثیت سے انجام دیں۔

(ادارہ)

عبدالاحد خاں خلیل کو اعزاز

ادبی حلقوں میں یہ خبر مسرت سے سنی جائے گی کہ ڈاکٹر عبدالاحد خاں خلیل کو جو حال میں لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے سبکدوش ہوئے ہیں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے سبکدوش اساتذہ کی امدادی اسکیم کے تحت چھ ہزار روپے سالانہ کا اعزازیہ تحقیقی کام کو جاری رکھنے کے لیے دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک ہزار روپیہ سالانہ مزید اخراجات کے لیے دیئے جائیں گے۔ موصوف لکھنؤ یونیورسٹی میں سودا کی کلیات پر کام کریں گے۔ کمیشن سال میں دو مرتبہ سبکدوش اساتذہ کی اس امدادی اسکیم کے تحت ناموں کا اعلان کرتا ہے۔ (ادارہ)

سردار جعفری کی ایک ساقط الوزن غزل

سردار جعفری کی ایک ساقط الوزن غزل کے سلسلے میں کئی مضامین ہماری زبان میں چھپ چکے ہیں۔ چونکہ اس مسئلہ پر مختلف پہلو سامنے آچکے ہیں اس لیے یہ بحث بند کی جاتی ہے۔ ہاں جو دوست پھر کوئی لکھنا چاہے تو اس کے لیے گنجائش نکالی جائے گی... جناب ذکا صدیقی کا مضمون اتمام حجت کے نام سے عظیم صدیقی کے جواب میں حال میں موصول ہوا۔ افسوس ہے کہ اب اس کی اشاعت کی گنجائش نہیں (ادارہ)

طیب انصاری (حیدرآباد)

دورِ آصفی کے اردو رسائل

ماہنامہ ادیب ۱۸۸۲ء میں انجمن اخوان الصفا حیدرآباد (دکن) کی جانب سے شائع ہوا اور دسمبر ۱۹۰۲ء کو اس کا پہلا شمارہ سید احمد حسین امجد کے زیر ادارت شائع ہوا۔ اس کے مہتمم ظفر یاب خان تھے جو دوسرے ہی سال مدیر بن گئے۔

امجد حیدرآبادی باکمال شاعر اور رباعیات کے شہنشاہ کہلاتے ہیں۔ آپ کی پیدائش حیدرآباد میں ۱۲۰۳ھ کو ہوئی آپ کے والد مولوی رحیم علی تھے جن کا انتقال آپ کی کمسنی کے زمانہ ہی میں ہوگیا۔ والدہ نے آپ کی پرورش کی تھی۔ مدرسہ نظامیہ اور مدرسہ دارالعلوم میں آپ کی تعلیم ہوئی۔ پنجاب یونیورسٹی کے امتحان منشی فاضل میں کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد علامہ سید نادر الدین سے فلسفہ اور تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ طغیانی رود موسیٰ ۱۹۰۸ء کا حادثہ کئی اعتبار سے حضرت امجد کی زندگی میں تباہیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا چنانچہ پورا خاندان جو والدہ، بیوی، اور لڑکی پر مشتمل تھا دریا برد ہوگیا۔ اس کنبہ کے ساتھ ان کا شعری سرمایہ بھی غرق آب ہوگیا اور "ادیب" کا زیر طبع رسالہ بھی۔ چنانچہ ادیب کا "طوفان نمبر" اس المناک حادثہ کی یادگار ہے جس میں واقعات کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور گھانسی بازار کی تباہی کی جو تصویر پیش کی گئی ہے وہ بھی "ادیب" میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں اراکین انتظامی کے "تاریخی فوٹو" میں عزیز مرزا، ذوالقدر جنگ، ہمایوں مرزا، عزیز جنگ بہادر وغیرہ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس حادثہ کو جن شاعروں نے منظوم کیا ہے ان میں محب حسین، نثار احمد، سیف الدین شباب، ظفر حسن جرأت، صبر دہلوی، علی حیدر طباطبائی، ماہر کنتوری، کے علاوہ خود حضرت امجد بھی شامل ہیں۔

ادیب حیدرآباد کے ابتدائی رسائل میں کافی اہم رسالہ ہے اس کو اپنے وقت کے تمام لکھنے والے ادیبوں کا تعاون حاصل تھا مثلاً نجیب احمد تمنائی، شمس اللہ قادری، خورشید علی، محب حسین، علی حیدر طباطبائی، ماہر کنتوری کے علاوہ ظفر یاب خاں وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ سوانحی، تاریخی اور ادبی مضامین اس میں شامل کئے جاتے تھے چنانچہ شمس اللہ قادری کا تاریخ دکن سے متعلق مضمون "آثار کرام" جلد (۱) کے بیشتر شماروں میں شائع ہوا ہے۔

اس رسالہ کے اجرا کا مقصد حیدرآباد سے نکلنے والے ایک دو اخبارات اور ایک دو رسائل میں ایک بہتر ماہنامہ کا اضافہ تھا۔ حضرت امجد ملازمت کے سبب ادارت سے مستعفی ہوگئے اور اس کے بعد یہ ظفر یاب خاں کی ادارت میں کئی سال تک نکلتا رہا، یہ کیوں اور کب بند ہوا اس کا پتہ نہیں۔ اس کے ابتدائی تین شمارے مولوی اکبر الدین صاحب صدیقی کے ذاتی کتب خانہ میں اور "طوفان نمبر" ادارہ ادبیات اردو کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

جس زمانہ میں حیدرآباد سے "ادیب" شائع ہوتا تھا اسی زمانہ میں الہ آباد سے بھی "ادیب" نکلتا تھا چنانچہ ان دونوں رسائل میں شائع ہونے والے مضامین کا مجموعہ رسالہ "ادیب" کے نام سے سید امجد علی اشہری نے علی گڑھ سے ۱۹۱۵ء میں شائع کیا ہے۔ یہ شمارہ بھی اکبر صاحب کے یہاں موجود ہے اسی نام کا رسالہ آج بھی شاید علی گڑھ سے نکلتا ہے۔

"ادیب" حیدرآباد کے ابتدائی رسائل میں سے ہونے کے باوجود اس کی ادبی اہمیت خاصی تھی۔ صحافت اور ادب کے نازک رشتہ کو کچھ اس انداز میں جوڑا گیا کہ صحافت پر ادب کا گمان ہوتا ہے۔ رود موسیٰ کی طغیانی کا منظر جس انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ روداد بھی ہے اور انسانی تباہی کی المناک کہانی بھی۔

حیدرآبادی صحافت کا یہ "نقش اولین" "حرف آخر" تو نہیں لیکن جو معیار اس نے قائم کیا تھا وہ "حرف آخر" کی طرف رہبری کرتا ہے یا پھر ادیب کو اس بنیاد کا پتھر سمجھئے جس پر حسین و خوبصورت عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔

ماہنامہ حسن حیدرآباد کے ادبی رسائل میں ماہنامہ حسن منفرد مقام رکھتا ہے۔ مضامین پر انعام دینے کا طریقہ شمال سے لیکر جنوب کے تمام پرچوں میں اپنی نوعیت کی پہلی چیز ہے۔ ماہنامہ "حسن" حیدرآباد کے ابتدائی چند ماہناموں میں سے ہے لیکن معیار کے اعتبار سے بعد کے بھی رسائل میں کافی اہمیت رکھتا ہے اسی وجہ سے نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے اس رسالہ کے بارے میں رائے دی ہے کہ یہ حیدرآباد کا مشہور اور نامور رسالہ ہے جس کو اردو کے معیاری رسالوں میں شمار کرنا چاہیے۔ اس رسالہ کے پہلے شمالی ہند میں بھی کوئی رسالہ سوائے تہذیب الاخلاق کے...... اس خوبی اور اس معیار کا جاری نہیں ہوا۔ یہ باوقعت علمی، ادبی ماہوار رسالہ مغربی ماہانہ پرچوں کے قدم بقدم چلنے کی کامیاب کوشش کرتا رہا[1]۔ نواب عماد نواز جنگ خود ذی علم آدمی تھے اور ان کا ادبی مرتبہ بھی بلند ہے بیشتر مضامین بلکہ بعض اوقات پورا رسالہ ان ہی کے نوک قلم اور فکر و خیال کا رہین منت ہے "تذکرۃ المشاہیر"، "تاریخ گلبرگہ"، "فرانس کا انقلاب عظیم"، "سوانح عمری امیر کبیر نواب شمس الامراء"، "حالات عمارات بیجاپور"، "قیصر بانی سلطنت روضۃ الکبریٰ اور ہندوستان اور قیصری حکومت" جیسے طویل مضامین جنہیں علیحدہ کتابی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے ان ہی کی کاوشوں اور کوششوں کا حاصل ہیں۔ مدیران جرائد میں مسلسل کاوش کی مثال عماد نواز جنگ کے بعد کہیں مل سکتی ہے

---

۱ دکن میں اردو (جدید ایڈیشن) ص [illegible]

تو وہ نیاز فتحپوری کے نگار کے خاص نمبر ہو سکتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ عماد نواز جنگ نے اپنی قلمی کاوشوں کو "حسن" میں پیش کرنے پر اکتفا کیا بلکہ "حسن" کے حسن کو دوبالا کرنے اور معیار کو اونچا بنانے کے لیے انھوں نے ملک بھر کے بڑے ادیبوں اور شاعروں سے تعاون عمل حاصل کیا جن میں عماد الدولہ بہادر دستگیر پرشاد کونسل آف انسٹیٹیوٹ و ناظم تعلیمات سرکار عالی، جمشید جی، محمد ذکاء اللہ، شبلی نعمانی، غلام الثقلین، نواب فتح نواز جنگ، منیر الملک، خیر الدین خان، محمود جنگ، راجہ کشن پرشاد، حبیب الرحمن شیروانی، مجیب احمد تمنائی وغیرہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اس رسالہ کے معیار کو بلند کرنے میں جہاں عماد نواز جنگ کی قلمی کاوش اور دیگر ادیبوں کی تحریروں کو اہمیت حاصل ہے وہیں اچھے اور معیاری مضمون پر ایک اشرفی کی ترغیب بھی اہم وجہ رہی ہے۔ انعام یافتگان میں نئے اور پرانے سبھی مضمون نگار شامل رہے ہیں یہ انعام ہر معیاری مضمون پر دیا جاتا تھا۔ اکثر تو یہ ہوتا تھا کہ ہر ماہ جو مضمون معیار پر اترتا اسے انعام دیا جاتا مگر بیشتر مہینے یوں ہی گذر جاتے لیکن کسی مضمون کو معیاری نہیں قرار دیا جاتا۔ انعام پانے والے مضامین میں ادبی تاریخی اور علمی و مذہبی مضامین زیادہ شامل ہوا کرتے تھے۔ جن لوگوں کو ایک اشرفی انعام ملی ہے ان میں قابل ذکر جمشید جی، مولوی عبدالکریم، مولوی محمد ابو الحسن، مولوی غلام الثقلین، محمد یوسف علی قزلباش ایڈیٹر آئینہ، اقبال علی، بہادر طفیل احمد، اصغر حسین، حبیب الرحمن شیروانی، رشید احمد لکھنوی، احمد شفیع، ثاقب وزیر آبادی، جادونیود سراج الدین احمد ایڈیٹر سرمور گزٹ، مجیب احمد تمنائی، سید حول، ذکاء اللہ، اور شبلی نعمانی جیسے بلند پایہ ادیب شامل ہیں۔

ماہنامہ "حسن" کا پہلا شمارہ ذیقعدہ ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا اور مسلسل نو جلدیں تکمیل ہوئیں۔ نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے سالار جنگ کے کتب خانہ میں اس رسالہ کے موجود ہونے کا پتہ دیا ہے[1] لیکن انھیں ترتیب وار مجلد نہیں کیا گیا البتہ ادارہ ادبیات اردو کے کتب خانہ میں رسالہ "حسن" کی اکثر جلدیں ترتیب وار جمع کر دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ (ایوان اردو) میں بھی اس کی تقریباً پوری جلدیں موجود ہیں۔ ادارہ ادبیات اردو نے دکنیات اور حیدرآبادی ادب پر جو احسانات کئے ہیں ان میں سے حیدرآباد کے ادبی، نیم ادبی اور مذہبی و سائنسی رسائل و جرائد کا قابل لحاظ ذخیرہ محفوظ کرنا بھی اہم کارنامہ ہے۔

ماہنامہ "حسن" کے پہلے شمارہ پر کوئی اداریہ نوٹ نہیں ہے البتہ آخری صفحہ کے اندرونی حصہ میں اعلان لکھا ہے۔ جس میں چند امور کا ذکر پایا جاتا ہے مثلاً رسالہ کی قیمت (عہ) (۲) ایک اشرفی اس مضمون یا ترجمے کے عوض نذر کی جائے گی جو سب سے اعلیٰ ہو گا۔ ناپسند مضمون نہ طبع ہو گا اور نہ واپس ہو گا۔ آخر میں شرح دستخط حسن بن عبداللہ المخاطب نواب عماد نواز جنگ بہادر لکھا ہے۔ اکثر مضامین کے شروع میں ادارہ کی جانب سے تمہید لکھی جاتی تھی جس میں مضمون اور مضمون نگار کا مختصر الفاظ میں تعارف ہوا کرتا تھا۔ بلاشبہ گیٹ اپ، کتابت اور چھپائی اور ترتیب مضامین کے اعتبار سے ابھی تک کوئی سلیقہ پیدا نہیں ہوا تھا اس وجہ سے مذہبی، سائنسی، تاریخی اور ادبی مضامین ایک ساتھ شامل ہوا کرتے تھے۔ لیکن معنوی اعتبار سے ادبی مضامین کا معیار اور زبان و بیان کے لحاظ سے شستگی اور شائستگی حیدرآباد سے نکلنے والے سبھی پرچوں کی سطح پر ہے۔ شمالی اور دکن کی زبانوں کا کوئی فرق ان رسائل میں نظر نہیں آتا البتہ حیدرآباد کا پہلا رسالہ طبابت حیدرآبادی زبان اور انداز میں نظر آتا ہے لیکن اس کے بعد کے رسالوں یعنی علم شفیق، ادیب، فنون اور حسن میں زبان صاف ستھری اور معیاری بن گئی ہے اور انداز بیان بھی دلکش۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ان رسائل سے ملک بھر کے تمام ادیبوں اور شاعروں کا تعاون عمل اور مدیران رسائل کی ذاتی دلچسپی بھی ہے۔

کسی بھی رسالے کے معیار کی بلندی یا پستی کی بڑی ذمہ داری خود ایڈیٹر پر عائد ہوتی ہے۔ بلاشبہ نواب عماد نواز جنگ اچھے انشاء پرداز ضرور تھے لیکن علم و ادب ان کا حقیقی میدان نہیں تھا وہ ملک کے انتظامیہ سے وابستہ تھے۔ لیکن اپنی علم دوستی اور ادبی لگاؤ کی وجہ سے انھوں نے اس معیاری رسالہ کے اجراء کا بیڑہ اٹھایا اور وہ بھی اس طرح کہ "حسن" ادبی اور علمی جرائد میں منفرد اور بے مثال کہلایا۔ حسن بن عبداللہ نواب عماد نواز جنگ سلطنت حیدرآباد کے ناظم کروڑ گیری تھے۔ وہ قریشی تھے اور حضرت جعفر طیار سے نسبت رکھتے تھے۔ نواب صاحب کی سرکاری خدمت ۱۸۶۵ء سے شروع ہوتی ہے وہ پہلے نلدرگ ضلع رائچور کے پولیس انسپکٹر مقرر ہوئے پھر سالار جنگ نے انھیں محبوب نگر کا کلکٹر مقرر کیا۔ بعد ازاں پولیس ڈپارٹمنٹ میں وزیر مینہ پولیس کے سکریٹری کے طور پر مقرر کیا اس کے بعد ان کا تبادلہ محکمہ مال ضلع بیڑ میں کلکٹری پر ہوا۔ ۱۸۸۴ء میں صدر محاسب ہوئے اور ان کی تنخواہ ایک ہزار سے انیس سو کر دی گئی۔ اپنی خدمات کے علاوہ وہ شہر عامہ کے باغات پر نگرانی بھی رکھتے تھے۔ ان کو بارہ سو سوار پر سرداری بھی دی گئی یہ عہدہ جامعہ دار نظم جمعیت کہلاتا تھا۔ ۱۸۸۶ء میں سٹلمنٹ اور سروے کمشنر بنائے گئے اور اسی سال آبکاری اور افیون کے کمشنر اور انسپکٹر جنرل مقرر ہوئے۔ اس عرصے میں انھوں نے دنیا کا سفر بھی کیا اور جزیرہ عرب، ملایا، چین، جاپان، امریکہ اور یورپ گئے جس کے بعد وہ حج بیت اللہ بھی گئے[2]۔ اس طویل سفر سے

(باقی صفحہ ۹ پر)

۱؎ دکن میں اردو ص ۵۴۳ حاشیہ

۲؎ تکلوریل حیدرآباد

غزلیں

سید اختر علی اختر

حسنِ ازل نے رخ سے جو پردہ اٹھا دیا
دنیائے دل کو محوِ تماشا بنا دیا
آہوں کو موج اور دو کو طوفاں بنا دیا
اے دوست تو نے عشق کے ماروں کو کیا دیا
کس نے شبِ فراق کا قصہ سنا دیا
یادوں کے اک جہاں کو پھر سے سجا دیا
تاریکیوں میں غم کی سحر کی کرن کہاں
لیکن ترے کرم نے نیا آسرا دیا
برباد ہو کے دل نے محبت کی راہ میں
دنیا کو زندگی کا سلیقہ سکھا دیا
خونِ وفا سے سرخ ہوئی جب بیاضِ شوق
کس نے نئی حیات کا مژدہ سنا دیا
یہ کیا کیا نگاہِ کرم تم نے پھیر لی
امید کا چراغ جلا کر بجھا دیا
چھیڑی کہانی جب بھی کسی زلفِ ریشمی
کچھ بادلوں نے چاند پہ آنچل گرا دیا
آنکھوں میں اشک داغِ جگر ضوفشاں ہوئے
اخترؔ نے غم کی رات کو بھی جگمگا دیا

طلحہ رضوی برقؔ

میں ہوں اسیرِ رنج و غم کھاتا رہا ہوں مدتوں فریب
دھوکا ہے زندگی مری کیا مجھے دیجیے گا فریب
چشمِ تلوّن آشنا میری طرف بھی اک نظر
کاش بچا سکے ڈوبتے دل کو نگاہ کا فریب
ہائے مری بےکسی ہجر، واہ ری انتہائے شوق
اپنی ہی انگلیوں کو ہے خونِ جگر حنا فریب
کھل گیا رازِ ہست و بود آنکھ ذرا لگی ہی تھی
دورِ حیات و کائنات میری نظر میں تھا فریب
پہلو سے دل امانتِ صبر و قرار لے گیا
برقؔ مجھے بھی دے گیا میرا ہی آشنا فریب

کریم اسدی

مرے خیال کا محور تری جبیں کی شکن
تری جبیں کی شکن میری آرزو کی کرن
وہ اک شرارِ محبت جو خانۂ دل میں
برنگِ شمع ہے طوفاں کی زد میں بھی روشن
بتائیں کیا تمہیں کیوں نہ راہزن کو وہاں
جہاں کہ راہنما کارواں کا ہو رہزن
یہ گل کھلایا ہے دستِ خزاں نے گلشن میں
ہے تار تار عروسِ بہار کا دامن
سنبھالوں دل کو تو کیسے سنبھالوں ہوش کہاں
ہنوز یاد ہے اس زلفِ عنبریں کی شکن
عجب نہیں ہے کہ اٹھ جائے جفا پیشہ
ہمارے بعد تری بزم سے وفا کا چلن
کریمؔ وہ کبھی گزرے جو صحنِ گلشن سے
تو چاک کر دیا پھولوں نے اپنا پیراہن

ایس۔ ایم۔ سراج کوزیکوالا

کیرلا

ہند کی انگشتری کا ہے نگینہ کیرلا
ہے کئی اشیائے نادر کا خزینہ کیرلا
عنبریں خوشبو سے مہکا تا ہے پیارا سا چمن
خاک پر اس کی فدا ہے دل سے ہر پیر و جواں
خوشۂ فلفل کا ہر دانہ ہے ہیرے کی کنی
ہر گدا محتاج اس کا اور شیدا ہر غنی
ناریل کے پیڑ صف باندھے کھڑے ہیں ہر طرف
جیسے گاہوں میں ہوں صف بستہ سپاہی مسلح
دھان کا ہر پودا پہنے موتیوں کا ہار ہے
دستِ قدرت کے کرم کا ہر جگہ اظہار ہے
حور کی مسکان کا رخسارِ گل عکاس ہے
دل چمن میں بلبل و قمری کا کیا احساس ہے
شام کو خورشید کا بحرِ عرب میں ڈوبنا
اور موجوں کا گلے مل کر اچھلنا کودنا
وہ ابھر کر ماہِ نو کا آسماں پر جھانکنا
جاگ کر خوابِ گراں سے اختروں کا ناچنا
وہ عروسِ شب کی خاطر آسماں کا اہتمام
بادلوں کے برسنے کا وہ پُر ترنم انتظام
طفلِ خاک و بطنِ گیتی سے جو نکلے یہ سماں
دیکھ لے کیا کیا کمالی جا کے کوئی ٹیکیاں
جا بجا ہیں خوشنما اور دلکشا نہریں رواں
ہیں بہ رنگوں کے مسافر کا رواں کا رواں
جانبِ بحرِ عرب ہے تیز رو ہر آب جو
جاذبِ قلب و نظر ہے یہ نظارہ چار سو
وہ بہارت کوثر و تسنیم سے کمتر نہیں
وہ گلستاں آب کی نہر سے بڑھ کر نہیں
خلد آسا جانفزا و جاں آفریں کیفیت بار
ہر سماں رکھتا ہے دامن میں عجب شانِ جمال
شاعرانہ ذوق جاگ اٹھے اگر خوابیدہ ہو
ہر لبِ خنداں پہ نغمہ کیف کا بالیدہ ہو
ہر کوئی اس مرغزار پر فضا پہ جاں نثار
مور رقصاں شاد قمری اور کوئل نغمہ بار
تم کہو کشمیر کو فردوس بر روئے زمیں
میں کہوں یہ کیرلا فردوس سے بڑھ کر کہیں
جو کوئی آ کے تیرے کیرلا میں ایک بار
وہ بھلا سکتا نہیں اس کی فضائے خوشگوار

رئیس نعمانی

خواب

حیات کے امن اور اماں کے
مسرت و کیفِ آرزو کے
جو خواب دیکھے تھے شب جنوں نے
کاش کوئی ان کو
نمودِ نورِ سحر سے پہلے
خرد کی میزان میں تول لیتا!

بدیع الزماں خاور

زندگی

زندگی،
جس کا حقیقت میں ہے نام
کیا کرتی ہے بیرونِ قفس —
رقصِ دوام!
ہے ضروری ہم کو کر لینا قبول
یہ ہے زندوں کا اصول!!

دی مغل لائن لمیٹڈ

(حکومت ہند کا تجارتی ادارہ)

حج سنہ ۱۹۶۸ء

۱۔ بمبئی سے بحری جہازوں کی روانگی۔ ہم مسرت کے ساتھ حج سنہ ۱۹۶۸ء کے لیے بحری جہازوں کی روانگی کے عارضی پروگرام کا اعلان کرتے ہیں۔

قبل رمضان جہاز کی روانگی

۱۔ ایس۔ ایس "مظفری" تقریباً ۲۴ر نومبر سنہ ۱۹۶۷ء

بعد رمضان جہازوں کی روانگی

۲۔ "مظفری" تقریباً ۴ر جنوری سنہ ۱۹۶۸ء
۳۔ "محمدی" " ۶ر جنوری سنہ ۱۹۶۸ء
۴۔ "سعودی" " ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۶۸ء
۵۔ "مظفری" " ۲۰ر جنوری سنہ ۱۹۶۸ء
۶۔ "محمدی" " ۲۲ر جنوری سنہ ۱۹۶۸ء
۷۔ "سعودی" " ۳۰ر جنوری سنہ ۱۹۶۸ء
۸۔ "مظفری" " ۶ر فروری سنہ ۱۹۶۸ء
۹۔ "محمدی" " ۱۳ر فروری سنہ ۱۹۶۸ء
۱۰۔ "سعودی" " ۱۹ر فروری سنہ ۱۹۶۸ء
۱۱۔ "مظفری" " ۲۳ر فروری سنہ ۱۹۶۸ء

یقینی تاریخوں کا اعلان ہر ایک جہاز کی روانگی کم از کم ۱۰ روز قبل کیا جائیگا۔

۲۔ پلگرم پاس۔ تمام حاجیوں کے لیے پلگرم پاس (حج پاسپورٹ) حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ پاس بمبئی میں واقع حج کمیٹی کے دفتر سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ عازمین حج کی سہولت کے لیے پلگرم پاس کی رجسٹریشن فیس مبلغ دس روپیہ کرایہ جہاز کے ساتھ وصول کرلی جائے گی۔ اس لیے حج کمیٹی بمبئی کو پلگرم پاس بنانے کی الگ سے کوئی فیس نہیں دینی پڑے گی۔

۳۔ کرایہ جہاز۔ بمبئی تا جدہ اور واپسی سفر کا کرایہ حسب ذیل ہوگا۔

فرسٹ کلاس	کرایہ مع خوراکی	کامل صفائی جدہ کرایہ مکان واخراجات ٹرانسپورٹ	پلگرم پاس رجسٹریشن فیس	مجموعی رقم
بالغان	۱۶۷۰ روپے	۱۳۳ روپے	۱۰ روپے	۱۸۱۳ روپے
بچے ۳ تا ۱۲ سال	۸۳۵ "	۔	۱۰ روپے	۸۴۵ "
بچے ۱ تا ۳ سال	۴۲۳ "		۱۰ "	۴۳۳ "
بچے ایک سال سے کم	۔	۔	۱۰ "	۱۰ "
ڈیک کلاس				
بالغان	۶۰۰ روپے	۱۳۳ روپے	۱۰ روپے	۷۴۳ روپے
بچے ۳ تا ۱۲ سال	۳۰۰ "	۔	۱۰ "	۳۱۰ "
بچے ۱ تا ۳ سال	۲۶۵ "	۔	۱۰ "	۲۷۵ "
بچے ایک سال سے کم	۔		۱۰ "	۱۰ "

صرف واپسی ٹکٹ ہی جاری کیے جائیں گے

۴۔ پابندیاں۔ حاجیوں کی عام صحت اور بھلائی کے پیش نظر حکومت ہند نے بعض پابندیاں عائد کی ہیں جن کے تحت مندرجہ ذیل طبقوں کے اصحاب کو سفر حج پر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی درخواستیں پیش کرنے سے پہلے ان پابندیوں کو اچھی طرح سمجھ لیں:۔

(الف) جن بچوں کی عمر پانچ اور چودہ سال کے درمیان ہوگی۔

(ب) جن عازمین حج کے پاس ہندوستانی سکے میں نقد رقم ۲۰۰ روپوں سے کم ہوگی۔

(ج) جن لوگوں نے گزشتہ پانچ سال کے اندر یعنی ۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۷ء کے درمیان فریضہ حج ادا کیا ہے ایسے اصحاب کو حج بدل پر بھی جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

(د) جن خواتین کو جہاز پر سوار ہونے کے وقت ۵ ماہ یا اس سے زائد کا حمل ہوگا۔

(ہ) جو لوگ مندرجہ ذیل بیماریوں یا معذوریوں میں مبتلا ہوں گے:۔

(۱) دماغی امراض (۲) تپ دق یا سل (۳) قلبی امراض (۴) شدید دمہ (۵) متعدی (جذام) (۶) دیگر خطرناک چھوت کی بیماریاں۔

اگر کسی شخص کی بیماری یا کسی خاتون کے حمل کی مدت کے متعلق کوئی شبہ ہوگا تو ان کا بمبئی میں طبی معائنہ کیا جائے گا۔ اس لیے عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی درخواستوں میں غلط بیانی سے کام نہ لیں تاکہ نشستیں محفوظ نہ کرائیں۔

۵۔ نشستیں محفوظ کرانے کا طریقہ۔ تمام درخواست دہندگان کے لیے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ درخواست کے ہر فارم پر اپنا پاسپورٹ سائز کا فوٹو چسپاں کریں اور ساتھ ہی فوٹو کی تین کاپیاں بھیجیں۔ فوٹو کی شرط خواتین کے لیے بھی ہے۔ تاہم پردہ نشین خواتین اس سے مستثنیٰ ہوں گی۔ ایک سال سے کم عمر کے بچوں کے فوٹو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ ہر عازم حج کو علیحدہ فارم پر درخواست کی دو نقلیں بھیجنی چاہئیں اگرچہ ایک سال سے کم عمر بچوں کا کرایہ معاف ہوتا ہے تاہم ان کی درخواست بھی علیحدہ فارم پر دو نقلوں میں ہونی چاہیے اور اس پر ان کے والد یا سرپرست کے دستخط ہونے چاہئیں۔ اس میں بچے کی صحیح عمر درج ہونی چاہیے اور اس کی تاریخ ولادت کا سرٹیفکیٹ بھی ساتھ ہونا چاہیے۔ درخواست کے ہمراہ اس مضمون کا حلف نامہ ہونا چاہیے کہ عازم حج نے اس سے پہلے کبھی حج نہیں کیا اور اگر کیا ہے تو گزشتہ پانچ سال میں نہیں کیا۔ علاوہ ازیں کسی مستند ڈاکٹر یا حکیم کا سرٹیفکیٹ اس مفہوم کا ہونا چاہیے کہ عازم حج صحت مند اور سفر حج کے قابل ہے۔ درخواست کے فارم پر مندرجہ ذیل تفصیلات درج ہونی چاہئیں:

(۱) نام جلی حروف میں (۲) والد یا شوہر کا نام (۳) جنسیت یعنی مرد یا عورت (۴) عمر (۵) تاریخ ولادت (۶) قومیت ہندوستانی یا غیر ہندوستانی (۷) پیشہ (۸) مستقل پورا پتہ۔ گاؤں، پوسٹ آفس، ضلع، ریاست (۹) ہندوستان میں نامزد کردہ شخص کا نام، پتہ اور یہ کہ اس کے ساتھ کیا رشتہ ہے (۱۰) اگر درخواست دہندہ خاتون ہے تو ہمسفر محرم کا نام، رشتہ اور پتہ (۱۱) رمضان سے پہلے سفر کرنا ہے یا رمضان بعد (۱۲) کس جہاز سے

سفر کا ارادہ ہے (اس جہاز کا نام اور اس کی تاریخ روانگی) اور اگر اس جہاز میں جگہ نہ مل سکے تو دوسرے جہاز کا نام اور اس کی تاریخ روانگی (۳) کس کلاس میں سفر کرنا ہے (۴) اس سے پہلے کس سنہ میں حج کیا ہے (۵) ارسال کردہ رقم، ڈرافٹ نمبر، رقم، بینک کا نام اور مقام (۶) درخواست دہندہ کے دستخط یا نشانِ انگوٹھا (۷) درخواست بھیجنے کی تاریخ (۸) نمونے کے لیے درخواست دہندہ کے دو مزید دستخط یا انگوٹھے کا نشان۔

۶۔ فرسٹ اور ڈیک کلاس کے ریزرویشن کا طریقہ حسب ذیل ہوگا

(الف) فرسٹ کلاس۔ (۱) درخواست مع نقل ہونی چاہیے اس میں تمام تفصیلات کی خانہ پُری کی جانی چاہیے۔ ہر بالغ کی درخواست کے ساتھ جس کی عمر ۱۰ سال سے اوپر ہو کرایہ کی پوری رقم ۱۸۱۳ روپے، تین سے پانچ سال کی عمر کے بچے کیلئے ۹۰۴ روپے، ایک سے تین سال کی عمر کے بچے کیلئے ۴۴۳ روپے اور ایک سال سے کم عمر بچے کیلئے ۱۰ روپے مع حلف نامہ و ڈاکٹری سرٹیفکیٹ۔

(۲) ڈی لکس کیبن (ملحقہ غسل خانہ) کے ہر برتھ کے لیے ۵۰ روپے زائد دینے ہوں گے۔ یہ رقم نقدی کی صورت میں حاجیوں کے مسافر خانہ میں اس وقت وصول کی جائیگی جب نشستوں کا تعین ہوگا لہذا حاجیوں کو ڈی لکس کیبن کی رقم کرایہ کے ساتھ نہیں بھیجنی چاہیے۔

(۳) فرسٹ کلاس کے ہر عازم حج کو اپنے ساتھ ڈیک کلاس کے دو حاجی لے جانے کی اجازت ہوگی اور ان کی درخواست کے فارم بھی اسی لفافے میں بھیجے جانے چاہئیں لیکن ایک لفافے میں درخواستوں کی تعداد سات سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے گویا ہر فرسٹ کلاس کے ساتھ دو ڈیک کے حساب سے فرسٹ کلاس کے دو حاجی اپنے ساتھ ایک سے چار حاجی لے جا سکتے ہیں جس لفافے کے اندر فرسٹ کلاس کے ساتھ ڈیک کی درخواستیں چار سے زیادہ ہوں گی اسے مسترد کر دیا جائے گا۔

(ب) ڈیک کلاس۔ درخواستیں مع نقل ہونی چاہئیں۔ ان میں تمام تفصیلات کی خانہ پُری کی جانی چاہیے۔ ہر بالغ کی درخواست کے ساتھ جس کی عمر ۱۰ سال سے اوپر ہو کرایہ کی پوری رقم ۷۰۳ روپے، ۳ سے ۱۰ سال کی عمر کے بچے کیلئے ۳۵۱ روپے، ایک سے ۳ سال کی عمر کے بچے کیلئے ۲۰۶ روپے اور ایک سال سے کم عمر بچے کیلئے دس روپے مع حلف نامہ و ڈاکٹری سرٹیفکیٹ۔

(ج) عام ہدایات۔ (۱) تمام رقوم "دی مغل لائن لمیٹڈ" کے نام بینک ڈرافٹ کی شکل میں ہونی چاہئیں جو بمبئی میں بھنایا جا سکے، بہتر ہوگا کہ ڈرافٹ اسٹیٹ بینک آف انڈیا کے نام بھیجے جائیں، ڈرافٹ رجسٹرڈ پوسٹ سے بھیجا جائے۔ البتہ ایسے مقامات پر رہنے والے عازمین حج جہاں بینک کی سہولت نہیں ہے بیمہ شدہ لفافہ کے اندر کرایہ کی رقم بھیج سکتے ہیں۔ جو بینک ڈرافٹ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۶ء سے پہلے خریدے گئے ہیں وہ اس صورت میں قبول کیے جائیں گے جب انھیں جاری کرنے والے بینک کے ذریعہ دوبارہ بھنانے کے قابل بنا لیا گیا ہو۔ کوئی رقم کسی اور شکل میں مثلاً منی آرڈر یا چیک کے ذریعے قبول نہیں کی جائے گی۔

(۲) خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ہمسفر مرد (محرم) کا پورا نام پتہ اور رشتہ بتائیں۔ ایسی خاتون اور محرم کی درخواستیں ایک ہی لفافہ میں بھیجی جانی چاہئیں۔ (۳) لفافہ کے اوپر بھیجنے والے کا نام عازمین حج میں سے ہی کسی ایک کا ہونا چاہیے کسی غیر متعلق شخص کا نہیں۔ یہ ضروری ہے یہ شرط اس لیے رکھی گئی ہے کہ عازمین حج کو اپنی درخواستوں کا نتیجہ جلد معلوم ہو سکے۔

(۴) جن حاجیوں کے نام ۱۹۶۶ء کی فرسٹ کلاس یا ڈیک کی "ویٹنگ لسٹ" میں درج کیے گئے تھے لیکن جنھیں کسی بھی جہاز میں جگہ نہ مل سکی انھیں امسال ترجیحی طور پر جگہ دی جائیگی۔ اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ ایسے حاجی اپنی درخواستوں کے ساتھ ویٹنگ لسٹ فارم بھی بھیجیں، ایسی درخواستیں اور ویٹنگ لسٹ فارم ایک ہی لفافے میں ہونے چاہئیں۔ (۵) جن حاجیوں نے حج ۱۹۶۶ء کے لیے اور اس سے پہلے درخواستیں دی تھیں اور جن کی درخواستیں ۱۹ سال یا ۲ سال سے نامنظور ہوتی رہی ہیں انھیں بھی یقینی طور پر جہاز میں جگہ دی جائیگی۔ اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ ایسے حاجی اپنی مسترد شدہ درخواستیں اپنی نئی درخواستوں کے ساتھ منسلک کریں اور سب درخواستیں ایک ہی لفافہ میں بھیجیں۔ نوٹ:۔ اس لفافہ میں ان حاجیوں کی درخواستیں نہیں جانی چاہئیں جو اس سال پہلی بار حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (۶) فرسٹ یا ڈیک کے جن حاجیوں کی درخواستیں گزشتہ سال نامنظور کی گئی تھیں، قرعہ اندازی میں ترجیح دی جائے گی چنانچہ ایسے حاجی ۱۹۶۶ء کی مسترد شدہ درخواستیں اپنی نئی درخواستوں کے ساتھ ایک ہی لفافہ میں بھیجیں۔ (۷) کسی بھی لفافہ میں سات سے زیادہ درخواستیں نہیں ہونی چاہئیں اور ایک لفافہ کے اندر ایک ہی ریاست کی درخواستیں ہونی چاہئیں۔ اگر ریاستیں مختلف ہوں گی تو وہ درخواستیں مسترد کر دی جائیں گی۔

۷۔ ویٹنگ لسٹ

(۱) درخواستوں کی ایک مخصوص تعداد کو فرسٹ اور ڈیک کلاس کی ویٹنگ لسٹ پر رکھا جائیگا۔ جیسے جیسے ریزرویشن منسوخ ہوں گے ویٹنگ لسٹ کے حاجیوں کو موقع دیا جائیگا اور متعلقہ حاجی کو اس کی اطلاع فوراً دی جائیگی۔ (۲) ویٹنگ لسٹ کے حاجیوں کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ سفر حج کے انتظام کی امید میں بمبئی نہ آئیں۔ انھیں اس وقت آنا چاہیے جب کمپنی کی طرف سے سفر کا انتظام نہ ہونے کی صورت میں کمپنی کوئی ذمہ داری قبول نہ کریگی۔ (۳) جو درخواستیں ویٹنگ لسٹ پر نہیں آسکیں گی انھیں واپس کر دیا جائے گا۔

۸۔ بکنگ کا آغاز

عام اطلاع کیلئے عرض ہے کہ جب تک درخواست قبول نہیں کی جائیگی، تمام درخواستیں رجسٹرڈ یا بیمہ شدہ لفافوں میں اس پتہ پر بھیجی جائیں جو نیچے درج کیا گیا ہے۔ یہ درخواستیں ۱۹ دسمبر ۱۹۶۶ء کو یا اس کے بعد ہمیں مل جانی چاہئیں۔ اس تاریخ کے بعد جو درخواست وصول ہوگی اسے لوٹا دیا جائیگا۔

۹۔ منسوخی

اگر کوئی عازم حج اپنا سفر منسوخ کرانا چاہے اور اس کیلئے فرسٹ کلاس یا ڈیک کی جو جگہ مقرر کی گئی ہے اس کا فائدہ اٹھانا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے ارادے کی اطلاع جلد سے جلد یا جہاز کی روانگی سے دس روز قبل کمپنی کو دیدے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو کرایہ کی رقم واپس کرتے وقت اس میں سے ۱۰ فیصدی کاٹ لیا جائیگا۔ اسی طرح ویٹنگ لسٹ کے جن حاجیوں کیلئے جہاز میں جگہ کا انتظام ہوگا اگر وہ اسے منسوخ کرانا چاہیں اور اپنے ارادے کی اطلاع جہاز کی روانگی سے کم از کم ۱۰ روز قبل کمپنی کو نہ دیں تو ان کے کرایہ کی رقم کی واپسی کے وقت اس میں سے ۱۰ فیصدی رقم منہا کر لی جائیگی۔

۱۰۔ نام میں تبدیلی

نام تبدیل کرنے کی اجازت نہیں اور ریزرویشن میں تغیر و تبدیل نہیں کیا جائیگا۔

۱۱۔ غیر ملکی باشندے

جو غیر ملکی باشندے حاجیوں کے جہاز میں بمبئی سے جدہ جانا چاہتے ہیں انھیں چاہیے کہ ہندوستان میں ان کے سفارت خانے کی معرفت درخواست کریں۔ ان کے پاس بین الاقوامی پاسپورٹ ہونا چاہیے۔ اس میں ضروری اندراجات کے ساتھ سعودی عرب کا ویزا ہونا چاہیے۔ ان کے پاس ہندوستان لوٹنے کا بھی ویزا ہونا چاہیے تاکہ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد واپسی سفر کیلئے وہ جدہ سے بمبئی کے جہاز پر سوار ہو سکیں۔ ایسے عازمین حج کو صرف ڈیک کلاس میں جگہ دی جائیگی بشرطیکہ کسی جہاز میں جگہ خالی ہو۔

۱۲۔ انجکشن اور ٹیکہ

عازمین حج کے لیے ضروری ہے کہ ان کے پاس مخصوص انٹرنیشنل فارم پر مندرجہ ذیل سرٹیفکیٹ ہوں۔ اگرچہ یہ سرٹیفکیٹ اپنے وطن ہی سے حاصل کیے جائیں۔ (۱) ہیضہ:۔ ہیضے کے سرٹیفکیٹ میں یہ درج ہونا چاہیے کہ عازم حج نے مناسب وقفے سے دو انجکشن لگوائے ہیں۔ یہ سرٹیفکیٹ دوسرا انجکشن لگوانے کی تاریخ سے چھ ماہ تک کارآمد رہے گا۔ (ب) چیچک:۔ چیچک کا سرٹیفکیٹ کامیابی کے ساتھ ابتدائی ٹیکہ لگوانے کی تاریخ سے آٹھ روز بعد قابل قبول ہوگا اور تین سال تک کام دے سکیگا۔ دوبارہ ٹیکہ لگوانے کی صورت میں یہ اسی روز سے کارآمد سمجھا جائیگا۔ (ج) اسٹول کلچر سرٹیفکیٹ۔ سعودی حکومت نے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ ہر عازم حج کے پاس ایک اسٹول کلچر ٹیسٹ سرٹیفکیٹ ہونا چاہیے جس پر جہاز پر سوار ہونے سے کم از کم سات دن پہلے کی تاریخ پڑی ہونی چاہیے اور یہ سرٹیفکیٹ کسی سرکاری لیبارٹری کا جاری کردہ اور طبی حکام سے تصدیق شدہ ہو اور مزید براں مقامی محکمہ حفظان صحت کا جاری کردہ ایک سرٹیفکیٹ اس مفہوم کا ہونا چاہیے کہ عازم حج نے کم از کم پانچ روز ایک ایسے علاقے میں گزارے ہیں جو ہیضے سے پاک تھا۔

۱۳۔

عازمین حج کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ جدہ سے واپسی کے وقت جہازوں کی نشستوں کی تقسیم جدہ کے ہندوستانی سفارت خانے کے ذریعہ ترتیب وار ہوتی ہے یعنی جو حاجی جدہ پہلے پہنچتے ہیں، انھیں واپسی کا موقع پہلے دیا جاتا ہے۔

۱۴۔ دیگر امور

(۱) سفر حج کے لیے درخواست کے فارم "دی مغل لائن لمیٹڈ" یا حج کمیٹی بمبئی یا باہر ہندوستان میں کسی بھی اسٹیٹ حج کمیٹی سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ (۲) اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے علاوہ اگر حج ۱۹۶۷ء کے متعلق کوئی بات دریافت کرنی ہو تو براہ مہربانی ۲۰ اگست کیوڑیا نمبر ۵ حج کمیٹی یا آپ بمبئی سے رجوع کریں۔

دی مغل لائن لمیٹڈ

تار کا پتہ:۔ مغل بمبئی MOGUL BOMBY

ہیڈ آفس
۱۶۔ بینک اسٹریٹ، فورٹ، بمبئی ۱

بکنگ آفس
صابو صدیق مسافر خانہ، کرافورڈ مارکیٹ، بمبئی

ٹیلیفون نمبر:۔ ۲۵۶۰۳۵ (چار لائنیں)

ٹیلیفون نمبر ۲۶۱۸۶۸

مراسلات

آداب اردو پر تبصرے کے بارے میں

ہماری زبان ۸ فروری ۱۹۷۰ء میں آپ کا تبصرہ بنام جناب عتیق احمد صدیقی نظر سے گزرا جس میں یہ عجیب باتیں بھی کہی گئی ہیں کہ:۔

(۱) انشاء کی تقلید میں اردو کی آوازیں پچاس اور پچاس سے زیادہ بتائی گئی ہیں۔ عجیب ہے کہ انگریزی میں ۴۴ آوازیں ہیں۔ حالانکہ انگریزی کی ۴۴ آوازیں ہیں اور اردو کی پچاس اور پچاس سے زیادہ آوازیں۔ انگریزی حروف کی تعداد صرف ۲۶ ہے۔ اردو آوازوں کی تعداد کسی طرح بھی پچاس سے زیادہ نہیں۔"

(۲) دلی کی زبان نیچرل ہے اور لکھنؤ کی ان نیچرل۔ لکھنؤ کے لہجے میں تصنع ہے۔ یا یہ دونوں لہجے جو سادے پاکیزہ پاک صاف ہیں معیاری مانے جاتے ہیں پانی پت کے لہجے کے سامنے بہت ماند ہیں وغیرہ بیانات نظرثانی کے محتاج ہیں۔ پانی پت کے لہجے کی برتری کی دلیل یہ دی گئی کہ وہاں چھوٹے چھوٹے حافظ اتنی خوش لہجگی سے قرآن پڑھتے ہیں کہ روح اہتزاز کرنے لگتی ہے۔ کہاں قرآنی لہجہ اور کہاں اردو!

(۳) زندگی کرنے کو "ترقی پسندی" کا اختراع اور قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے لیکن میر کا شعر ہے

"جب نام ترا لیجیے تب چشم بھر آوے
اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے"

(۴) پھر فرماتے ہیں "تیسرا باب اردو مصنفین کی لسانی غلطیوں کی نشاندہی کے لیے وقف کیا گیا ہے۔ یہ کام بھی مفید تو ہے لیکن اس کتاب کی افادیت میں اس سے اضافہ نہیں ہوا۔ ایسی کتابوں میں معروضی طور پر خیالات کا اظہار ہونا چاہیے۔"

عرض یہ ہے کہ:۔

(۱) تبصرہ نگار سید انشاء سے بھی کوئی بڑے محقق معلوم ہوتے ہیں جو انھوں نے ان کا ذکر اس حقارت کے ساتھ کیا ہے۔ مگر انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ:۔

(۲) پانی پت کی زبان دلی کی زبان تھی جو قرآن خوانی اور حفظ قرآن کی وجہ سے اور بھی شستہ ہو گئی تھی۔ اگر وہ کسی پانی پت کے حافظ سے بات چیت کر لیتے تو پتہ چل جاتا کہ قرآنی لہجے نے ان کے اردو لہجے پر کیا اثر ڈالا۔ اور ہرگز یہ نہ لکھتے کہ "کہاں قرآنی لہجہ اور کہاں اردو"۔

(۳) عتیق صاحب نے عہد عتیق کی بات کی اور "عہد جدید" میں چلے گئے۔ آج کی بات یہ ہے کہ زندگی کرنا ترقی پسندوں کی "پسند" ہے اور کوئی نہیں کہتا۔

(۴) آپ کا فقرہ ملا بھی عجیب ہے آداب اردو کئی مشہور کتابوں کی غلطیاں بہ تفصیل واضح کر رہی ہے اور لوگوں کو ان سے بچا رہی ہے خصوصاً موازنہ انیس و دبیر۔ غالب۔ نشتر ادب۔ مالہٗ و ماعلیہ تجدید و احیائے دین وغیرہ کے اغلاط سے!

(حکیم نکتہ چیں کرنالی)

(۱)

حکیم نکتہ چیں صاحب کا خط بسلسلہ تبصرہ موصول ہوا۔ ان کے خیال میں تبصرہ کی بعض باتیں عجیب ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام قابل اعتراض ہیں۔ انھوں نے یہ نہیں لکھا کہ وہ انھیں عجیب کیوں تصور کرتے ہیں۔ پھر بھی ان کے بارے میں درج ذیل معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں:

تبصرے میں اردو صوتیات پر انشا کے فیصلے کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا مقصد انشا کی تحقیر قطعاً نہیں ہے۔ انشا ہمارے عظیم شاعروں میں شمار ہوتے ہیں اور دریائے لطافت لکھ کر انھوں نے اپنے گہرے لسانی شعور کا ثبوت دیا ہے۔ تبصرے کی ابتدا ہی اس جملے سے ہوتی ہے کہ "زبان کے استعمال اور اس کی توسیع کے سلسلے میں انشا نے جو ترقی پسند نظریہ پیش کیا تھا....." کیا یہ انشا کی عظمت کا اعتراف نہیں ہے؟ مگر یہ ضروری نہیں کہ بزرگ جو کچھ لکھ گئے وہ پتھر کی لکیر ہے اور اب آنکھ بند کر کے اس کو تسلیم کرنا ہر شخص کا فرض ہے اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی طرح تسلیم کیا جانا چاہیے۔ علم و تحقیق کی دنیا میں آئے دن تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ نئے انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔ ان انکشافات کی روشنی میں ان بزرگوں کے بیانات پر تنقیدیں قائم کی جا سکتی ہیں، ان کی تردید کی جا سکتی ہے، ان کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن اس سب کے باوجود ان کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آتا کہ انھیں بہرحال تقدم زمانی حاصل ہے اور یہ سب کچھ انھوں نے اس وقت سوچا اور بیان کیا جب دوسرے لوگ ان مسائل کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

جدید لسانیات کے ساتھ صوتیات نے بھی بہت ترقی کی ہے۔ اس کے ذریعہ آوازوں کی درجہ بندی کی گئی ہے۔ ہر زبان کی بنیادی (امتیازی) اور ثانوی و غیر امتیازی آوازوں کے فرق کو واضح کیا گیا ہے اور اس طرح زبان کی آوازوں کی تعداد کا تعین کیا گیا ہے۔ اس تعین میں جدید علمی طریقوں اور آلات سے مدد لی گئی ہے۔ ان تمام تحقیقات کے پیش نظر جیسا عرض کیا جا چکا ہے، اردو آوازوں کی تعداد کسی طرح بھی پچاس سے زیادہ نہیں ہوتی[1] اور اس طرح صوتیات کے بارے میں آج انشا کے بیان کی کوئی اہمیت باقی

---

[1] ملاحظہ ہو: ڈاکٹر مسعود حسین خاں: اردو صوتیات کا خاکہ (مشمولہ اردوئے معلیٰ لسانیات نمبر فروری ۱۹۶۲ء)
: پروفیسر عبدالقادر سروری: زبان اور علم زبان
: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ: اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو
: ڈاکٹر محی الدین قادری زور: HINDUSTANI PHONETICS

نہیں رہتی۔ ان کے تمام تر احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی ان کے بیان کو غلط قرار دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ اور آج کے بیان سے استدلال کرنا بھی سراسر غلط ہے۔

پانی پت کی زبان کا دلی کی زبان ہونا بھی محل نظر ہے۔ حفاظ کی خوش گلوئی اور "خوش لہجگی" موسیقی کی ایک صورت ہے۔ زبان و اس کا لہجہ صرف خوش گلوئی کا نام نہیں۔ لکھنؤ یا دلی کے لہجے یا زبان کو جو معیاری کہا جاتا تھا اس کی بنیاد محض "خوش لہجگی" نہیں تھی۔ اس میں محاورہ، تراکیب الفاظ، استعمال الفاظ، آواز کا زیر و بم، موقع و محل اور مفہوم کے مطابق حروف و الفاظ پر دباؤ وغیرہ کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ بعض قاری ع اور ح وغیرہ بعض عربی آوازوں کو صحیح مخرج کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اردو بولنے میں بھی اس کا مظاہرہ کرتے ہیں، گویا عربی قاعدوں کا اطلاق اردو زبان پر کرتے ہیں جو بذات خود غلط ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی اثر ان کے لہجے پر نہیں ہوتا۔ اسی لیے کہا گیا تھا کہ قرآنی لہجہ اور اردو لب و لہجہ دو جداگانہ باتیں ہیں لیکن یہ بحث ہی غیر ضروری ہے اس لیے کہ آج آں ساقی نماند و آں خم ترت بشکست۔ پانی پت کا لہجہ مستند و معیاری تو کجا ابھی قابل توجہ بھی قرار نہیں پایا تھا (اگر وہ اس کا مستحق تھا) کہ یہ محفل ہی اُجڑ گئی ؎

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

"زندگی کرنا" آج صحیح ہے یا غلط، یہ الگ بحث ہے، جس بات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا وہ صرف یہ تھی کہ اسے قابل اعتراض قرار دینے میں ترقی پسندی ہی کو کیوں مورد الزام ٹھیرایا جائے جبکہ اس سے پیشتر اس ترکیب کا استعمال ہو چکا ہے۔ زبان میں رد و قبول کا عمل برابر جاری رہتا ہے۔ اٹھارہویں صدی کا محاورہ اگر انیسویں صدی میں متروک ہو گیا تھا تو بیسویں صدی میں اس کی نشاۃ ثانیہ ممکن ہے۔ ادھر بیس پچیس سال کے اندر میر کی زبان کے بعض عناصر کا احیا ہوا ہے اور یہ محض فیشن پرستی میں نہیں۔ اس کا باعث حالات کی سخت گیری ہے جس نے شاعر کی آواز میں ایک سوز اور دھیما پن پیدا کیا ہے۔ میر کی زبان کے بعض عناصر اس کے لیے نہایت موزوں ہیں۔

ترقی پسندوں سے قطع نظر ڈاکٹر عبادت بریلوی کا یہ جملہ ملاحظہ ہو:۔

"میر صاحب نے ان ہنگاموں میں جس طرح زیست کرنے کی کوشش کی اور جو ملازمتیں کی ہیں ... اس کو بڑی وضاحت سے پیش کیا ہے؟"

(مقدمہ کلیات میر صفحہ ۱۲ طبع ۱۹۶۸ء)

ویسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ "زندگی کرنا" میں عزم و حوصلہ اور اختیار کا جو مفہوم پوشیدہ ہے وہ "زندگی گزارنا" میں نہیں۔ اس طرح دونوں ترکیبیں ایک ہی مفہوم کے دو پہلو ظاہر کرتی ہیں، پہلی اختیار و حوصلہ کے ساتھ اور دوسری بے اختیاری کے ساتھ۔ اس ترکیب کے قدیم ہونے کے باوجود اس کا چلن عام ہو تو اچھا ہے۔ اس سے زبان میں وسعت پیدا ہوگی اور اسے صرف اس لیے مسترد کرنا غلط ہوگا کہ اس کے چلن کو بعض ترقی پسند شعرا کے استعمال سے بڑھاوا ملا ہے۔

(عتیق احمد صدیقی)

صفحہ ۴ سے آگے

واپسی پر انھوں نے اگست ۱۸۸۸ء میں ماہ نامہ "حسن" کو شائع کرنا شروع کر دیا جو مسلسل نو سال تک شائع ہوتا رہا۔ یورپ میں اشاعت اسلام، تیموریہ خاندان کے علوم و فنون، وسط یورپ، فرانس کا انقلاب عظیم، سلطنت روما الکبریٰ کے حالات کی سیر، اور سلطنت روس وغیرہ میں ان کے اسی سفر کی جھلکیاں اور مشاہدات کی پرچھائیاں ملتی ہیں۔

ماہ نامہ "حسن" حیدرآباد کے رسائل میں اولین اہمیت رکھتا ہے لیکن جہاں تک ادبی مضامین اور زبان و ادب کے مسائل و مباحث کا تعلق ہے اس میں ایسے بہت کم مضامین ملتے ہیں۔ زیادہ تر مضامین اخلاقی، مذہبی، سماجی اور تاریخی ہوا کرتے تھے۔ یہ کوتاہی ہمیں وسط صدی تک کے رسائل میں نظر آتی ہے۔ تا آنکہ دلگداز (عبد الحلیم شرر) اور دبدبۂ آصفی (رتن ناتھ سرشار) جیسے ادبی رسائل کا اجرا عمل میں نہیں آیا۔ ۱۸۵۹ء (رسالہ طبابت) سے لیکر افسر (محب حسین) یا پھر دلگداز اور دبدبۂ آصفی کے زمانہ (۱۸۹۸ء) تک ادبی اور معیاری مضامین کی کمی رہی ہے لیکن درحقیقت یہ حیدرآباد کے رسائل کا عبوری دور تھا اور خود عوام میں ادب کا شعور عام نہیں تھا یا پھر کم از کم ادب کا جو موجودہ تصور ہے اس کی عدم موجودگی بھی اس کی اہم وجہ رہی ہے۔ لیکن زبان و بیان کا جہاں تک معاملہ ہے میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے کہ ان رسائل کا معیار بے حد بلند رہا۔ زبان شستہ اور بیان شائستہ ہوا کرتا تھا۔ یہ رسالہ کچھ دنوں تک شائع ہونے کے بعد بند ہو گیا۔

ببلوگرافیا اردو ڈراما

صد سالہ اردو تھیٹر کا تحقیقی جائزہ۔ آٹھ جلدیں

مرتبہ۔ ڈاکٹر عبد العلیم نامی

جلد اوّل۔ نو سو باسٹھ اردو ڈراما نویسوں کی تصانیف تالیف و تراجم کا تفصیلی تذکرہ مع مبسوط مقدمہ

جلد دوم۔ ایک ہزار ایک سو چھ ڈراموں کا ببلوگرافیکل تجزیہ

قیمت:۔ فی جلد سات روپے دیگر جلدیں زیر طبع ہیں

اورنٹیل کالج۔ پاٹنکا منزل بھنڈی بازار بمبئی ۳

اردو کو ہر ریاست میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے

انجمن ترقی اردو شاخ ہریانہ کی کانفرنس کا مطالبہ

انبالہ۔ ہریانہ کے وزیر اعلیٰ راؤ بریندر سنگھ نے کہا ہے کہ بدقسمتی کی بات ہے کہ اردو کو تعصب اور تنگ نظری کا شکار بنایا جا رہا ہے۔ انجمن ترقی اردو ہند، ہریانہ کی پہلی سالانہ کانفرنس کے لیے ایک پیغام میں وزیر اعلیٰ نے کہا ہے کہ اردو ایک زندہ اور طاقتور زبان ہے جس نے اتحاد و اتفاق کے میدان میں اور خصوصیت کے ساتھ آزادی ہند کی جد و جہد کے دوران بے بہا خدمات انجام دی ہیں۔

ہریانہ کے وزیر تعلیم سردواری لال نے کہا کہ ہندی جو ریاست کی سرکاری زبان ہے کی ترقی پر اردو نے اچھا اثر ڈالا ہے۔ انجمن نے ایک قرارداد میں حکومت ہریانہ سے مطالبہ کیا ہے کہ اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ قرارداد میں حکومت پر اور ہائی کورٹ پر زور دیا ہے کہ اردو کی لکھی ہوئی عرضیاں و درخواستیں اور دستاویزیں قبول کریں اور ریاست کے محکمہ زبان میں ایک اردو شعبہ قائم کیا جائے۔ (ریاست جدید کانپور)

کانگریس ورکنگ کمیٹی میں اردو کے سوال پر جنرل سکریٹری کی رپورٹ

نئی دہلی۔ تعلیمی کمیشن اور پارلیمنٹ کی تعلیمی کمیٹی نے جو سفارشات کی ہیں۔ ان کی روشنی میں کانگریس ورکنگ کمیٹی سہ لسانی فارمولہ کے بارے میں اپنے سابقہ ریزولیوشن پر غور کر رہی ہے۔ گذشتہ روز کانگریس کے جنرل سکریٹری جناب صادق علی نے کانگریس ورکنگ کمیٹی کے سامنے ایک نوٹ رکھا ہے اور اس میں اس بات پر زور دیا ہے کہ چونکہ ریاستیں سہ لسانی فارمولہ پر عمل درآمد میں ناکام رہی ہیں اس لیے اس پر پھر غور کیا جائے۔ نوٹ میں اس فارمولہ میں کچھ تبدیلیاں تجویز کی گئی ہیں۔ نوٹ میں کہا گیا ہے کہ دوسری قومی زبانوں کی ترقی کے لیے بھی ایک پروگرام بنایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

اردو کے سوال پر نوٹ میں کہا گیا ہے کہ اتر پردیش اور بہار کی حکومتوں سے کہا گیا تھا کہ وہ آندھرا پردیش کی مثال پر عمل کریں اور جس طرح آندھرا میں تیلگو آبادی کی اکثریت کے باوجود اردو علاقوں میں اردو کو تیلگو کے علاوہ استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح یوپی اور بہار میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت سے استعمال کیا جائے۔

نوٹ میں کہا گیا ہے کہ بہار آندھرا کی مثال پر عمل کرنے کو تیار تھا لیکن اتر پردیش نے اس پر نارضامندی ظاہر کی تھی۔ ورکنگ کمیٹی کو اس نوٹ پر نفاذ کے موجودہ مرحلہ کو زیر غور لانا چاہیے۔

(الجمعیۃ دہلی)

اردو کا مقام ہندوستان کے آئین میں تسلیم شدہ ہے

دلی۔ میر مشتاق احمد صاحب چیرمین سیکولر فورم نے اخبارات کو ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ مسٹر بلراج مدھوک ایم پی صدر بھارتیہ جن سنگھ نے بھوپال میں تقریر کرتے ہوئے نہایت غیر ذمہ دارانہ طریقہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ اردو کی تحریک پاکستان نے چلائی ہے اور وہی اس کو مالی امداد دے رہا ہے۔ ایسی جن سنگھ سے کوئی بھلی بات کی توقع نہیں مگر ہم سرکار سے اس بات کی مانگ کریں گے کہ وہ جناب مدھوک سے ثبوت طلب کرے اور ثبوت نہ دینے پر ان پر مقدمہ چلایا جائے کہ وہ اردو کے حامیوں کے خلاف نفرت پھیلا کر اپنا نسل کشی کا پروگرام پورا کرنا چاہتے ہیں۔ اردو کا مقام ہندوستان کے آئین میں تسلیم شدہ ہے۔ اس مرتبہ چناؤ سے پہلے جناب مدھوک نے دوسرے ممبران پارلیمنٹ کے ساتھ آئین کے ساتھ وفاداری کا حلف اٹھایا۔ اردو کی اس طرح مخالفت کرنا اسی حلف کی خلاف ورزی کرنا ہے۔ (الجمعیۃ)

اردو کا نقصان ہمارے مشترکہ ادبی اور ثقافتی ورثہ کا نقصان ہوگا

گھوسی۔ وزیر خوراک جھار کھنڈے رائے نے دیوریا میں ایک عام جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہندی اور اردو جھگڑا بدقسمتی اور مصنوعی ہے ہندی اور اردو بہنیں ہیں جن کا منبع ایک ہے اور جو بولی کی حیثیت سے ایک دوسرے سے بہت ملتی جلتی ہیں صرف تحریر میں ان کا فرق ظاہر ہوتا ہے انھوں نے کہا کہ غیر جذباتی طریقہ پر سوچا جائے تو ہر شخص قائل ہو جائے گا کہ ہندی اور اردو پر امن طور پر ایک ساتھ رہتے ہوئے ایک دوسرے کی تکمیل کے لیے ہیں اردو کو کوئی دھکا لگتا ہے تو وہ ہمارے مشترکہ ادبی اور ثقافتی ورثہ کا نقصان ہوگا۔

جھار کھنڈے رائے نے یقین دلایا کہ اردو کو تمام تحفظ اور سہولتیں دی جائیں گی تاکہ وہ اپنے ادب کو محفوظ رکھ سکے اور ترقی دے سکے اور اس کے شیدائیوں کے حوصلوں کی تکمیل ہو سکے۔ (ریاست)

انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کی سالانہ جلسہ کی تجاویز

بھوپال۔ انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کی دوسری سالانہ کانفرنس ۱۲ اگست کو ہوئی جس میں متعدد تجاویز بھی منظور کی گئیں۔ ذیل میں ہم ان تجاویز کو درج کر رہے ہیں۔

(۱) **ساری زبانوں کے تحفظ کی ضمانت** یہ جلسہ ملک میں ہر قسم کی لسانی عصبیت و تنگ نظری اور تشدد کی مذمت کرتا ہے اور اسے ملک کی ترقی اور یک جہتی کے لیے سخت نقصان دہ سمجھتا ہے

اس لیے اپنے تمام سیاسی رہنماؤں، مفکروں اور مذہبی پیشواؤں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ لسانی عصبیت کے خلاف مورچہ لیں اور اس قسم کی ہر کوشش کے خلاف صف آرا ہوں جو زبان کی بنیاد پر ملک میں پھوٹ اور نفاق جگانے والی ہو اور ملک میں زبانوں کے سلسلے میں "ہر پھول کو کھلنے دو" کی پالیسی پر عمل پیرا ہو کر ساری زبانوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیں۔

یوپی اور بہار میں اردو کے مطالبات کی حمایت (۲)

انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کا یہ جلسہ یوپی اور بہار میں اردو کے جائز مطالبات کی حمایت کرتا ہے اور متعلقہ صوبائی حکومتوں اور مرکزی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں واضح ہدایات جاری کرے اور اردو کو ان علاقوں میں اس کا صحیح اور جائز مقام دے۔

اردو یونی ورسٹی

انگریزی کے بجائے ہر سطح پر علاقائی زبانوں کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کی موجودہ تبدیلی کو مد نظر رکھتے ہوئے ریاستی انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش، اردو یونی ورسٹی کے قیام کو وقت کا اہم تقاضہ تصور کرتی ہے۔ انجمن ترقی اردو کا یہ اجلاس جامعہ ملیہ دہلی اور مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلروں اور مجلس منتظمہ کے اراکین سے استدعا کرتا ہے کہ (الف) جیسے ہی ذریعہ تعلیم میں تبدیلی ہو یہ دونوں یونی ورسٹیاں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کا اعلان کریں اور (ب) ایک نصابی بورڈ اور دار الترجمہ قائم کریں جو سائنس ادب میڈیسن، انجینئرنگ، ہیومنٹیز وغیرہ کے ماہرین سے ہر سطح پر اردو میں کتابیں لکھوائے اور ترجمہ کرائے۔

مدھیہ پردیش سکنڈری بورڈ

ایم پی انجمن ترقی اردو کا یہ اجلاس مدھیہ پردیش سکنڈری بورڈ کے تحت ہونے والے انٹرمیڈیٹ کم اسلاتی کورس میں اردو کی تعلیم دینے کا انتظام کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

یونی ورسٹی میں اردو

مدھیہ پردیش کی مختلف یونیورسٹیوں میں جنرل انگلش کو اس سال سے اختیاری مضمون قرار دیا گیا ہے، وہ طلبہ جو جنرل انگلش نہیں لینا چاہتے انھیں جنرل ہندی لینا ہوگا۔

مدھیہ پردیش کی یونی ورسٹیوں کے وہ طلبہ جن کی مادری زبان ہندی نہیں ہے یا جنھوں نے بی اے میں ہندی لٹریچر نہیں لیا ہے وہ پہلے ہی جنرل ہندی پڑھتے آئے ہیں۔ اس لیے انجمن ترقی اردو کا یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ جنرل انگلش کے ساتھ ہندوستان کی دوسری علاقائی زبانوں کو بھی اس زمرہ میں شامل کیا جائے (جن میں اردو بھی شامل ہو) جس طرح کہ لکھنؤ یونی ورسٹی اور ہندوستان کی بعض دوسری یونی ورسٹیوں میں کیا گیا ہے۔

آل انڈیا ریڈیو اندور، بھوپال گوالیار، رائے پور اور اردو

مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو کا یہ اجلاس اس بات پر افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ آل انڈیا ریڈیو بھوپال اندور رائے پور، گوالیار، ریوا میں اردو کے ساتھ سخت ناانصافی کی جا رہی ہے اور مدھیہ پردیش میں اردو بولنے والوں کی معقول تعداد اور بار بار کے مطالبات کے باوجود اردو پروگرام نشر نہیں ہو رہے ہیں۔ اس لیے یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ مرکزی سرکار کا شعبہ انفارمیشن و براڈکاسٹنگ مدھیہ پردیش کے ریڈیو اسٹیشنوں پر اردو پروگرام کے لیے مناسب اور معقول وقت دینے کا انتظام کرے۔

ایم پی بورڈ کا اردو نصاب

انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کا یہ جلسہ ہائر سکنڈری اور انٹرمیڈیٹ درجات میں ایم پی بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن کا جو اردو نصاب پڑھایا جا رہا ہے اسے ناموزوں قرار دیتے ہوئے بورڈ کے ذمہ داروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اردو ماہرین تعلیم کی ایک کمیٹی مقرر کر کے اس پر نظر ثانی کرائیں اور ایسا نصاب مرتب کرائیں جو ان درجات کے لیے موزوں ہونے کے ساتھ ساتھ انھیں ادب، سماج اور دوسرے علوم کے بارے میں بھی واقف کرائے۔

مشنری اسکولوں میں اردو

یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس صوبہ کے ان شہروں کے کرسچین مشنریوں کے ذریعہ چلائے جانے والے مدارس میں اردو کو ایک مضمون کی حیثیت سے شامل کیا جائے جہاں معقول تعداد میں اردو پڑھنے والے طلبہ موجود ہیں۔

دلی یونیورسٹی سے اپیل

یہ جلسہ دہلی یونیورسٹی کے ذمہ داروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ بی اے کم اسلاتی کورس میں اردو کو اختیاری مضمون کی حیثیت سے نصاب میں شامل کریں۔

صوبائی سرکار سے مطالبہ

مدھیہ پردیش ریاستی انجمن ترقی اردو کا یہ اجلاس حکومت مدھیہ پردیش سے مطالبہ کرتا ہے کہ
۱۔ سرکاری دفاتر اور عدالتوں میں اردو میں درخواستیں وصول کرنے اور ان کے جوابات اردو میں دئے جانے کا انتظام کیا جائے۔
۲۔ مسودات، قوانین، اعلانات، ضروری لٹریچر، پنچ سالہ اسکیمیں اور ترقیاتی پروگرام کے متعلق معلومات اردو میں بھی شایع کی جائیں۔
۳۔ محکمہ اطلاعات عامہ میں اردو کا سکشن قائم کیا جائے اور اردو

اخبارات کو اردو میں سرکاری مواد فراہم کیا جائے اور یوپی، مغربی بنگال، راجستھان، بہار، پنجاب، آندھرا کی طرح اردو میں بھی ایک ماہنامہ بھی شایع کیا جائے اردو اخبارات و رسائل کو سرکاری اشتہارات دیئے جائیں ۴۔ ساہتیہ پریشد میں اردو کو نمائندگی دی جائے۔ ۵۔ اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جا ۶۔ اردو ادیبوں، شاعروں، فنکاروں کو ان کی تصانیف پر انعامات اور ان کی ادبی خدمات پر ان کو وظائف دیئے جائیں۔ ۷۔ سرکاری اسکولوں، کالجوں، لائبریریوں میں اردو کتب کی خریداری کا معقول انتظام کیا جائے۔

۸۔ ویمنز کالج گوالیار، گرلز اور بوائز کالج اندور، گورنمنٹ کالج سیونی، گورنمنٹ کالج بیتول، گرلز کالج ریوا میں اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ ۹۔ ہائر سکنڈری اسکولوں میں اردو ٹیچر کا انتظام کیا جائے۔ ۱۰۔ سرکاری اسکولوں میں ابتدائی درجات سے ہائر سکنڈری درجات تک اردو میڈیم میں تعلیم کا بندوبست کیا جائے، اردو کی درسی کتب کی فراہمی کا انتظام ہو اور پرائیویٹ اردو میڈیم اسکولوں کو سہولتیں دی جائیں اردو کے موجودہ پرائمری اسکولوں کو مڈل اور مڈل اسکولوں کو ہائر سکنڈری کا درجہ دیا جائے۔ ۱۱۔ جامعہ اردو علی گڑھ، الہ آباد اور پنجاب یونیورسٹی کے اردو امتحانات کو سرکاری ملازمت کے لیے تسلیم کیا جائے۔ ۱۲۔ اردو ٹیچرز کی ٹریننگ کا مختلف مقامات پر انتظامات کیا جائے اور برہان پور کے اردو ٹیچرز ٹریننگ اسکول کو جاری رکھا جائے۔

مولانا آزاد سنٹرل لائبریری بھوپال میں اردو کتب اور خاص طور سے مخطوطات اور نایاب کتب کا بہترین ذخیرہ فراہم کیا جائے اور موجودہ ذخیرہ کا تحفظ کیا جائے۔ نیز سنٹرل لائبریری گوالیار اور سنٹرل لائبریری ریوا میں اردو کتب اور رسائل کی خریداری کے لیے خصوصی طور پر رقم رکھی جائے۔ مشنگادلی میں پرائمری اور مڈل اسکول میں اردو کلاسز کھولے جائیں اور اردو ٹیچر کا بندوبست ہو

ریجنل کالج میں اردو

بھوپال کے ریجنل کالج آف ایجوکیشن میں اردو کلاسز کھولے جائیں تاکہ ہائر سکنڈری پاس کرنے کے بعد طلبا اگلے درجوں میں اردو پڑھنے کے حق سے محروم نہ رہیں (یہاں ہائر سکنڈری تک اردو ہے) نیز اس تعلیم سے مستقبل میں زبان پڑھانے والے ایسے اساتذہ کی تربیت کا مقصد بھی حل ہو سکے گا۔ جو اردو پڑھا سکیں۔

اجلاس کملا راجہ گرلز کالج گوالیار میں اردو تعلیم جاری کرنے اور گرلز کالج بھوپال اور مادھو کالج اجین میں ایم اے اردو کلاسز کھولنے اور اندور اور گوالیار یونیورسٹیوں میں اردو کی شمولیت پر مسرت کا اظہار کیا گیا۔

ایک اور تجویز کے ذریعہ صوبائی انجمن کے قائم مقام صدر مولانا شرقی عثمانی کی خدمت کو سراہا گیا کہ آپ نے نامساعد حالات کے باوجود انجمن کو فعال بنائے رکھا۔

دو منٹ تک خاموش رہ کر جناب اثر لکھنوی، شاہد احمد دہلوی، صلاح الدین احمد، تلوک چند محروم، نیاز فتحپوری، شاہد لطیف، درگا پرشاد، افسر سیمابی، اور فد لئے اردو جج بہادر سنگھ کی موت کو اردو کا بڑا نقصان قرار دیتے ہوئے غم کا اظہار کیا گیا۔

دلی میں اردو کو ہندی کے بعد علاقائی زبان کا درجہ دیا جائے

نئی دلی۔ دلی کے مرکزی نظم و نسق کے علاقہ کی زبان کیا ہونا چاہیئے؟ دوشنبہ کو چیف ایگزیکیٹو کونسلر وجے کمار ملہوترا نے ممتاز شہریوں کی جو میٹنگ طلب کی تھی اس میں اس سوال پر غور کیا گیا۔ دونوں اکالی دلی کے نمائندگان نے پنجابی کی پرزور وکالت کی اور مردم شماری کے اعداد کی بنیاد پر اردو والوں نے بھی اپنا دعویٰ پیش کیا۔ میٹنگ میں عام رائے یہ تھی کہ پنجابی اور اردو دونوں کو ہندی کے بعد مساوی درجہ دیا جائے لیکن جن سنگھ کے لیڈر ملہوترا نے کہا کہ میں پنجابی کو اردو سے بہتر مقام دینے کے حق میں ہوں میٹنگ میں دوسروں کے علاوہ میئر ڈپٹی میئر اور چیف سکریٹری بھی شریک ہوئے۔

(ریاست جدید)

انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز رامپور کی مطبوعات

فارسی آموز ۔۔۔ [illegible]
[illegible]
فہرست مخطوطات عربی و فارسی ۔۔۔ [illegible]
رضا لائبریری، ایک تعارف ۔۔۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا۔